THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

عصرِ حاضر میں انحطاطِ تصوف کے اسباب اور مولانا عبدالصمد ہالیجویؒ کی تعلیمات کی روشنی میں ان کا فکری و عملی حل

Causes of the Decline of Sufism in the Contemporary Era and Its Intellectual and Practical Solutions in the Light of the Teachings of Maulana Abdul Samad Haleeji

1. Awais Ahmed
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Shah Abdul Latif University, Khairpur, Sindh, Pakistan.
Email: awaisphulpoto313@gmail.com
2. Dr. Zain-ul-Abdin Arijo (Corresponding Author)
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Shah Abdul Latif University, Khairpur, Sindh, Pakistan.
Email: zain.arijo@salu.edu.pk

Abstract

This research study examines the causes of the decline of Sufism in the contemporary era and explores its intellectual and practical solutions through the teachings of Maulana Abdul Samad Haleeji (RA). Sufism, which originally represented the spiritual and moral essence of Islam—focusing on self-purification (tazkiyah), ihsan, sincerity, and nearness to Allah—has undergone significant deterioration over time due to various factors. The study identifies key causes of this decline, including ignorance of the true essence of Sufism, the infiltration of non-Islamic customs and innovations (bid'ah), excessive veneration of saints and personalities, the influence of foreign philosophical ideas, and the gradual disconnection from the Qur'an and Sunnah. The research employs an analytical methodology, drawing upon classical Sufi literature and the writings, speeches, and teachings of Maulana Abdul Samad Haleeji (RA), a distinguished scholar and Sufi master of the Qadiriyya order in Sindh, Pakistan. The findings reveal that the primary cause of Sufism's decline is ignorance and the absence of true knowledge of Allah (ma'rifah) and the Prophet ﷺ, which has led to deviations in both belief and practice. Maulana Haleeji's teachings emphasize that authentic Sufism is inseparable from Islamic jurisprudence and the Prophetic tradition, and that its restoration requires a return to Qur'anic teachings, Prophetic guidance, and the example of the righteous predecessors (Salaf). The study concludes that the revival of Sufism depends upon reconnecting with its foundational principles, promoting true knowledge, and following the balanced path of Shariah and Tariqah as exemplified by classical Sufi masters.

Keywords: *Sufism, Decline, Maulana Abdul Samad Haleeji, Tazkiyah, Ihsan, Shariah, Qadiriyya*

1. مقدمہ و تعارف (Introduction)

1.1 موضوع کا پس منظر

تصوف اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک اہم روحانی پہلو ہے، جس کا بنیادی مقصد انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح، تزکیہ نفس، احسان، اخلاص اور قرب الٰہی کا حصول ہے۔ قرآن کریم اور سنت نبوی میں جن اخلاقِ حسنہ، تقویٰ، زہد، صبر، شکر اور محبتِ الٰہی کی تعلیم دی گئی ہے۔ تصوف در اصل انہی تعلیمات کا عملی اور روحانی مظہر ہے۔ خیر القرون کے بعد تصوف قرآن و سنت پر مشتمل تعلیمات کی پابندی، اطاعتِ رسول، اتباعِ صحابہ کرام، نفس کا مجاہدہ اور اپنے اخلاق کی اصلاح کا نام تھا، جس کی نمائندگی اکابر صوفیہ نے کی، جن میں مشائخِ قادریہ بہت زیادہ مشہور ہوئے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مرورِ زمانہ کی وجہ سے تصوف میں ایسے عناصر شامل ہوتے گئے، جو تصوف کی اصل روح سے ہم آہنگ نہیں تھے۔ ازمنہ مختلفہ میں تصوف کی حقیقت سے جہالت، غیر اسلامی رسم ورواج، غلو، بدعات، کرامت پرستی، شخصیت پرستی اور بعض فلسفیانہ نظریات اور فارسی مجوسیت کی آمیزش واثرات نے تصوف کے خالص اسلامی تصور کو متاثر کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تصوف کا وہ عملی اور اصلاحی کردار کمزور پڑ گیا، جو امت کی روحانی تربیت اور اخلاقی تعمیر کا ضامن تھا، اسی کیفیت کو انحطاط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

انحطاطِ تصوف کا مطالعہ اس لئے بھی اہم ہے کہ اس کے ذریعے تصوف کی اصل تعلیمات اور بعد میں پیدا ہونے والی غیر مستند روایات کے درمیان فرق واضح کیا جاسکتا ہے۔ نیز اس موضوع کے مطالعہ سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ کی فکری، اخلاقی اور روحانی زندگی پر تصوف کے مثبت اور منفی اثرات کیا مرتب ہوئے۔ معاصر دور میں بھی یہ شعبہ مخالفینِ اسلام اور مادیت پرست لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہوا ہے، تاہم اہلِ حق نے ان ریشہ دوانیوں کو چیلنج کیا اور شعبۂ تصوف کے انحطاط کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اس کے علاج سے بھی آگاہی فراہم کی۔ ان شخصیات میں ایک معروف نام مولانا عبدالصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ زیرِ بحث تحقیقی مضمون میں عصرِ حاضر میں انحطاطِ تصوف کی نشاندہی مولانا عبد الصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں اس انحطاط کا علاج پیش کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ جہت شخصیت بطور استاد، خدمت گذار، ماہرِ تعلیم، مفسر، مفکر، محدّث، طبیب، ادیب، مزاح نگار، سیاستدان اور ایک صوفی شیخ کی حیثیت سے عملی زندگی میں فعال نظر آتی ہے۔ تصوف کے ایک عظیم سلسلہ قادریہ،راشدیہ،حمادیہ کے شیخ اور جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے صوبہ سندھ کے امیر کی حیثیت سے زیادہ معروف ہوئے۔ جوان عمری سے وقتِ وصال تک دینِ مبین کی خدمت کا فریضہ سر انجام دیتے رہے۔اس انحطاط کے زمانہ میں آپ کی اصلاح معاشرہ (تصوف)میں آپ کی خدمات نمایاں نظر آتی ہیں۔زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں عصرِحاضر میں انحطاطِ تصوف کی نشاندہی مولانا عبدالصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں کرتے ہوئے اس انحطاط کا علاج پیش کیا گیاہے۔قرونِ اولیٰ سے عصرِ حاضر تک سلاسلِ تصوف اور حاملینِ تصوف بقدرِ استطاعت تزکیۂ نفس کا عظیم فریضہ ادا کرتے رہے ہیں۔

2. تصوف کا علمی تعارف اور اسلامی معاشرے میں اس کی اہمیت

2.1 تصوف کا علمی تعارف

اسلامی علوم کے بہت سارے دائرے ہیں:

(1) کچھ علوم قرآن کریم کے گرد گھومتے ہیں۔

(2) کچھ وہ علوم ہیں جو حدیث کے گرد گھومتے ہیں، اس علم سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کب سنت کے مقام (Status) پر آتی ہے

(3) اس کے بعد وہ علوم ہیں، جو عملِ صحابہ اور فقہ سے مستنبط ہوتے ہیں، اس سے اسلامی قانون ایک کامل ضابطہ حیات کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

قرآن وسنت اور فقہ یہ شریعت کا ظاہر ہے، اس کے اسرار کاملین امت اور علماء محققین پر کھلتے ہیں، ان میں مجددین بھی آتے ہیں اور متکلمین بھی، بشرطیکہ وہ اپنی عقلِ سلیم کی محنت شریعت کی تابعداری مین لگادیں اور اسے اسلام کی نقل صحیح کے خادم کے طور پر استعمال کریں۔

(4) ان تین دائروں کے علاوہ چوتھا دائرہ بھی ہے، جس کا محور دل ہے، یہ علم دل کے گرد گھومتا ہے، حسنِ نیت، اہلیت، عبدیت اور ریاضت اس کے آثار ہیں، ان بنیادوں پتر تصوف کی عمارت کھڑی ہے اور اس امت میں باعمل انسانوں کا ایک بڑا گروہ اس علم کو لے کر چلا۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود رح لکھتے ہیں:

> "صحابہ کرام زہد و تقویٰ، علم وفتویٰ کے کناروں میں دامن سنبھالے ہوئے اس علم کو لے کر آگے بڑھے اور وہ دولت جو عہدِ رسالت میں ایک نظر رسالت سے انہیں مل جاتی تھی، اب وہ اس کے لئے ریاضت کی منزلون میں اترے اور اوراد و وظائف میں گھِر کر اسے اللہ کے حضور طلب کرتے رہے اور تزکیہ کی دولت انہیں مل گئی"[1]

[1] ۔ڈاکٹر خالد محمود، علامہ، **آثارالاحسان**، محمود پبلیکیشنز، لاہور، طبع جدید، ج1، ص38

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مولانا عبید اللہ سندھی رح فرماتے ہیں:

"نماز روزے کا نام تصوف نہیں، جذبہ تصوف زندگی میں کوئی خاص راہِ عمل متعین نہیں کرتا بلکہ راہِ عمل پر ہمت اور استقامت سے چلانے والا جذبہ ہے۔ حقیقت میں تصوف دلوں کو دین کی روح سے آشنا کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسی کو احسان سے تعبیر فرمایا ہے۔ احسان کی یہ کیفیت کتابوں سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ یہ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کی توجہ سے حاصل ہوتی ہے"[2]

مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں:

"حضراتِ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں دو چیزیں مقصود ہوتی تھیں، ایک حضور مع اللہ، اسی کو احسان کہتے ہیں، دوسری شکل وصورت، اخلاق وعادات مقصودِ کائنات حضور ﷺ جیسے ہونے چاہییں۔ متقدمین اخلاق وعادات کے درست کرنے کو مقدم رکھتے تھے، جس سے انسان کے دل سے ریا، سمعہ، کبر وبغض وغیرہ کو دور کردیا کرتے تھے۔ اس میں سالہاسال لگ جاتے تھے، اس کے بعد حضور مع اللہ کی تعلیم دیا کرتے تھے، اس میں عمریں لگ جاتی تھیں اور بسا اوقات حضور حاصل ہونے سے سالک کی زندگی ختم ہوجاتی تھی۔ متاخرین نے احسان یعنی حضور کی کیفیت سے آہستہ آہستہ اخلاق کی اصلاح ہوتی چلی جائے گی، انہی کوششوں کا نام اب سلوک وتصوف پڑ گیا ہے"[3]

تصوف اسی چیز کا نام ہے، جسے حدیث میں احسان کہا گیا ہے۔ مولانا عبد الصمد ہالیجوی لکھتے ہیں:

"ہمارے مشائخ کے نزدیک احسان کم از کم ملکہ یادداشت کا نام ہے یعنی دل میں اتنی قوت اور رسوخ پیدا ہوجائے کہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوسکے"[4]

2.2 اسلامی معاشرے میں تصوف کی اہمیت

اسلامی شریعت کا ہر طالبِ علم اس حقیقت سے کلی طور پر واقف ہے کہ شریعت کے احکام کی اساس عقائد اور روحانی اقدار پر ہے۔ شریعت کے تمام اجتماعی ضوابط، قانونی احکام، عملی ہدایات اور ثقافتی وتمدنی تعلیمات کے ہر ہر جزو کا عقائد اور روحانی پاکیزگی سے براہِ راست اور گہرا تعلق ہے۔ شریعت نے روحانی ہدایات اور اخلاقی اصولوں کو قانونی صورت دی ہے۔ شریعت کے پورے دفتر میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا کہ قانون وفقہ سے لاتعلق ہوکر روحانی مدارج حاصل کئے جاسکتے ہوں۔ اسی طرح تصوف بھی اسلام کا وہ روحانی اور اخلاقی پہلو ہے، جو انسان کے باطن کی اصلاح تزکیہ نفس، اخلاصِ نیت اور قربِ الٰہی کے حصول پر توجہ دیتا ہے۔ اسلام کے ظاہری احکام کے ساتھ ساتھ دل کی پاکیزگی اور اخلاقی بلندی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور یہی مقصد تصوف کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے بعثتِ رسول کے مقاصد میں لوگوں کا تزکیہ بھی بیان فرمایا ہے۔ سورتِ جمعہ میں فرمایا گیا:

هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ[5]

"وہی ہے جس نے بے پڑھے لکھے لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ یعنی ان کے اندر سے ان انسانوں کی روحانی اصلاح بھی فرماتے ہیں"[6]

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں روحانی اور غیر روحانی سرگرمیوں میں وہ تفریق زیادہ نمایاں نہیں ہوئی، جو دوسرے بہت سے مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید نے روحانی پاکیزگی اور قلب کی صفائی کا جو درس دیا ہے، جس کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت احادیث نبویہ ﷺ میں کی گئی ہے، ان میں پہلے دن سے اس بات کا اہتمام موجود ہے کہ ظاہری احکام

---

[2] ۔ ایضا، ص 35

[3] ۔ مدنی، سید حسین احمد، **حقیقت احسان وسلوک**، مکتبہ دیوبند، یوپی، س ن، ص 42

[4] ۔ ہالیجوی، مولانا عبد الصمد، **تجلیاتِ ہالیجوی**، مکتبہ حمادیہ، پنوعاقل، 2019، ص 37

[5] ۔ الجمعۃ:2

[6] ۔ سعیدی، غلام رسول، **تبیان القرآن**، فرید بک اسٹال، لاہور، 2010، جلد 8، تحت سورت الجمعہ

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اور شریعت کے باطنی مقاصد کے درمیان ایک توازن اور تکمیلیت کا رنگ برقرار رہے، جتنی تبدیلی ظاہر میں آئے، وہ ایک حقیقی قلبی تبدیلی کی غماز اور ترجمان ہو۔ مولانا ہالیجوی لکھتے ہیں:

"انسان کے دل میں جتنی تبدیلی اور روحانیت آتی جائے، اس کا اظہار انسان کے طرزِ عمل میں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہوتا چلا جائے"[7]

احادیث مبارکہ سے بھی اس تکمیلیت کے بہت سے گوشے سامنے آتے ہیں، جو حدیث اسلام کی ساری روحانیت کی بنیاد ہے، جس کے تزکیہ واحسان کے تمام دفتر اسی سے شروع ہوتے ہیں۔ یہ وہ حدیث ہے جس کو حدیثِ احسان بھی کہا جاتا ہے اور حدیثِ جبرئیل بھی کہا جاتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ... مَا الْإِحْسَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ[8]

"اچانک ایک شخص نمودار ہوا، جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے، ہم میں سے کوئی اسے جانتا نہیں تھا۔۔۔ احسان کے متعلق سوال کیا، جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو، اگر تم میں یہ کیفیت نہیں ہے تو پھر تو پھر تمہیں وہ دیکھ رہا ہے"

مولانا عبد الصمد ہالیجوی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ:

"یقین اور حضوری کا یہ شعورِ کامل کا پیدا ہونا ہی تزکیہ واحسان کا سب سے بڑا مقصد ہے"[9]۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود (لندن) لکھتے ہیں کہ:

"تزکیہ اصل میں دل کا ہوتا ہے۔ دل کی اپنی ایک دنیا ہے، تصوف کے جملہ مباحث کا مرکز دل ہوتا ہے، اس پر غفلت کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہوں، تو نبوت کی زبان سے نکلی ہوئی بات دل تک نہیں پہنچ سکتی، اس کے لئے تزکیہ کی پوری محنت درکار ہے۔ یہ محنت بھی اللہ تعالی نے معلم کامل، ہادی اعظم ﷺ کے ذمہ لگائی اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ایسی جماعت عطا فرمادی، جن کے دل تزکیہ کی نعمت سے سرفراز ہو گئے"[10]

تبھی تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان کو معیار بنادیا کہ ان جیسا ایمان لاؤ گے تو تمہارا ایمان قبول ہو گا۔

حکیم الامت مولانا تھانوی رح لکھتے ہیں:

"تصوف دین کی روح، معنٰی یا کیف اور کمال کا نام ہے، جس کا کام باطن کو رذائل، اخلاقِ ذمیمہ، شہرت، آفاتِ لسانی، غضب، حقد، حسد، حب دنیا، حبِ جاہ، بخل، حرص، ریا، عجب، غرور سے پاک کرنا اور فضائل یعنی اخلاقِ حمیدہ، توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زہد، توحید، توکل، محبت، شوق، اخلاق، صدق، مراقبہ، محاسبہ اور تفکر سے آراستہ کرنا ہے، تا کہ توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے، جو مقصودِ حیات ہے"[11]

---

[7] ۔ ہالیجوی، مولانا عبد الصمد، مرتبہ: **تحفۃ السالکین** (اردو) مکتبہ حمادیہ، کراچی، 2017، ج1، ص 211

[8] ۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، **الصحیح للبخاری**، الطاف اینڈ سنز، کراچی، 2019، ج1، رقم الحدیث 50

[9] ۔ اویس احمد، مولانا، **مولانا عبد الصمد ہالیجوی کی اصلاح معاشرہ (تصوف) میں خدمات**، ایم فل مقالہ، 2026، ص 36

[10] ۔ خالد محمود، علامہ، ڈاکٹر، **آثار الاحسان**، اسلامک پبلشنگ، لاہور، 2011، ج1، ص 326

[11] ۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، **شریعت و تصوف**، مکتبہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، 2001، ص 16

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

3. تصوف کا مفہوم اور تاریخی پس منظر

3.1 تصوف کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

تصوف کا اصل صوف ہے، کیوں کہ ابتدائی زمانہ میں زہاد دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتے ہوئے اون کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"وَأَصْلُهُ أَنَّ طَرِيقَةَ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَمْ تَزَلْ عِنْدَ سَلَفِ الْأُمَّةِ... وَلُقِّبُوا بِالصُّوفِيَّةِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَلْبَسُونَ الصُّوفَ"[12]

"ان لوگوں کا طریقہ سلفِ امت میں معروف تھی اور انہیں صوفیہ اس وجہ سے کہا گیا کہ وہ اون کا لباس پہنتے تھے"

اصطلاحی تعریف:

علامہ جرجانی نے یوں تعریف لکھی ہے:

التَّصَوُّفُ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ أَحْوَالُ تَزْكِيَةِ النُّفُوسِ وَتَصْفِيَةِ الْقُلُوبِ وَالسَّيْرُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى[13]

"تصوف وہ علم ہے، جس کے ذریعے نفس کے تزکیہ، دل کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سلوک کے احوال معلوم ہوتے ہیں"

ابو نصر سراج کتاب اللمع میں تصوف کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تَصْفِيَةُ الْقُلُوبِ مِنَ الْأَكْدَارِ، وَاسْتِعْمَالُ الْخُلُقِ مَعَ الْخَلِيفَةِ، وَاتِّبَاعُ الرَّسُولِ فِي الشَّرِيعَةِ[14]"

"صفائے قلب، حسنِ خلق اور اتباعِ شریعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تصوف ہے"[15]۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ:

"شیخ الاسلام زکریا انصاری کا کہنا ہے کہ تصوف سے مراد وہ علم ہے، جس کے ذریعے تزکیہ نفس کی کیفیات کا علم ہو۔ اخلاق کی ستھرائی اور پاکیزگی حاصل ہو اور ظاہر و باطن کی تعمیر ہو۔ یہ سب کام اس مقصد کے لئے ہوں کہ وہ ابدی سعادت اور خوش بختی حاصل ہو جائے جو اسلام اور تمام آسمانی مذاہب کا حقیقی مقصد ہے"[16]

امام شعرانی تصوف کے متعلق لکھتے ہیں:

"تصوف کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ شریعت پر عمل کرنے کا راستہ آسان ہو جائے"[17]

مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری لکھتے ہیں:

"اگر مجدد الف ثانی رح نہ آتے تو ہندستان کا تصوف گمراہی بن چکا ہوتا"[18]

---

[12] ۔ ابن خلدون، **مقدمہ ابن خلدون**، المیزان، لاہور، 2011، باب علم التصوف، ج1، ص24

[13] ۔ جرجانی، علامہ، **کتاب التعریفات**، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن، مادہ ص، ص45

[14] ۔ سراج، ابو نصر، **کتاب اللمع**، دار الحدیثیہ، مصر، 1960۔ ص63

[15] ۔ سراج، ابو نصر، **کتاب اللمع**، مترجم، سید اسرار بخاری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، 2000۔ ص63

[16] ۔ غازی، ڈاکٹر محمود احمد، **محاضراتِ شریعت**، الفیصل تاجران، لاہور، 2009، ص355

[17] ۔ ایضا

[18] ۔ محمد عبد اللہ، **ماہنامہ الجمعیۃ**، اپریل 2024 بمطابق شوال، 1445، ص28

معلوم ہوا کہ جو عالم بھی اخلاص کے ساتھ اللہ کے حضور جوابدہی کا احساس رکھتے ہوئے اپنے علم پر عمل کرتا ہے، وہی حقیقت میں صوفی ہے۔ مولانا عبدالصمد ہالیجوی صوفی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس شخص کا علم اور عمل دونوں برابر ہوں، نہ علم عمل سے زیادہ ہو، نہ عمل علم سے کم یا زیادہ ہو"[19]

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ جو شخص علم میں جتنا بڑھتا جائے گا، تصوف اور مقاماتِ تصوف میں بھی اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تصوف کی تعریف کرنے والے تمام اہلِ علم نے تصوف کی تعریف میں اخلاق، روحانی کمالات کی ترقی، نوعِ انسانی کی سعادت میں بہتری اور ان تمام مدارج اور کمالات کی معرفت کو بیان کیا ہے، جو دراصل صوفیائے کرام کا مقصود ہوتے ہیں۔

3.2 تصوف کا تاریخی پس منظر

اسلام ایک ایسا دین ہے جو کہ جامع اور کامل ہے، جو انسان کے ظاہری اور باطنی دونوں جہتوں کی اصلاح کا اہتمام کرتا ہے۔ قرآن کریم اور سنتِ نبوی ﷺ میں تزکیہ نفس، تقویٰ، اخلاص، ذکرِ الٰہی اور احسان پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں انھی تعلیمات پر عمل کرنے کو دین کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا، اس کے لئے کوئی الگ سے نام نہیں تھا اور نہ ہی تصوف کا نام رائج تھا۔ دعوتِ دین کے آفاقی پروگرام اور وعدہ خداوندی استخلاف فی الارض[20] کے تحت جب اسلامی فتوحات کے نتیجے میں نو مسلمانوں میں دنیاوی آسائشیں بڑھیں تو ان کو علم و عبادت اور زہد، تقویٰ اور روحانی تربیت کو خاص طور پر اختیار کیا، یہی رجحان بعد میں تصوف کی صورت میں منظم ہوا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری مین زہد و عبادت کی تحریک نے باقاعدہ عملی صورت اختیار کی اور وقت کے علماء نے اصلاحِ باطن، مجاہدہ نفس اور اخلاقی تربیت پر زور دیا۔ اس کے بعد چوتھی اور پانچویں صدی ہجری مین تصوف کے اصول و مباحث کی تدوین ہوئی اور تصوف کی اصطلاحات معرضِ وجود میں آئیں۔ اصطلاحاتِ تصوف وقت کے ساتھ پھیلتی اور بڑھتی گئیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

> "ان اصطلاحات میں چھٹی، ساتویں بلکہ آٹھویں صدی ہجری کے بعد ایک نیا رنگ پیدا ہوا، چھٹی صدی ہجری تک تصوف کا اکثر مواد ان علماء کا مرتب کیا ہوا تھا، جو بیک وقت فقیہہ بھی تھے، متکلم بھی تھے، محدث اور مفسر بھی تھے، چھٹی صدی ہجری کے وسط سے قبل کی کتبِ تصوف میں پیشتر مصنف ان میں سے اکثر میدانوں کے ماہر تھے، مثلاً امام ابوالقاسم القشیری، ابو نصر سراج، کلاباذی، امام غزالی وغیرہ۔ ساتویں صدی ہجری کے بعد سے اس میدان میں ادباء بھی داخل ہوگئے۔ شعراء بھی اس میدان میں آگئے، بہت سارے شعراء اور ادیبوں نے تصوف کے مضامین کو اپنی اپنی شاعری میں بیان کرنا شروع کیا، ان شاعروں اور ادیبوں میں کچھ تو علماء تھے، جیسے مولانا رومی، مولانا جامی۔ کچھ ایسے حضرات بھی تھے جو اس پایہ کے عالم تو نہیں تھے مگر یہ اصطلاحات سب نے اپنانی شروع کیں، اور ان اصطلاحات میں مزید اضافے کئے"[21]

شعراء میں بہت سے ایسے بھی شاعر تھے، جو تصوف کے مضامین سے محض شاعرانہ دلچسپی رکھتے تھے اور اصل حقائق اور معارف سے ان کا ذاتی، عملی تجرباتی تعلق نہیں تھا۔ بقول ڈاکٹر محمود غازی کے کہ ایسے ہی ایک شاعر کا یہ قول مشہور ہے کہ: تصوف برائے شعر گفتن خوب است[22] دراصل یہ فارسی مقولہ ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ تصوف شعر کہنے کے لئے بہت اچھا موضوع ہے۔ جہاں علماء ظواہر تعلیماتِ نبوی ﷺ کی ترویج کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں، وہاں مشائخِ تصوف منازلِ سلوک، کیفیاتِ

---

[19] ۔ ہالیجوی، مولانا عبدالصمد، مرتبہ **تحفۃ السالکین**، مکتبہ حمادیہ، پنو عاقل، مقدمہ، ص 11

[20] ۔ النور: 55

[21] ۔ **محاضرات شریعت**، ایضا، ص 350

[22] ۔ ایضا

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

قلبی اور برکاتِ نبوی ﷺ کی تقسیم کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ مشائخ تصوف رسولِ کائنات ﷺ کے فرمانِ اقدس" إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي "[23] کی سنتِ مطہرہ کے مطابق حاملینِ تصوف کی تربیت کا فرض ادا کرتے رہے ہیں۔

3.3 مولانا عبدالصمد ہالیجویؒ کی شخصیت اور خدمات

مولانا عبدالصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ نے دینِ مبین کے تمام شعبہ جات بالخصوص اصلاحِ معاشرہ(شعبۂ تصوف)میں گراں قدر علمی و عملی خدمات سرانجام دیں۔ اپنے تدریسی زمانہ میں تصوف کی ابحاث پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر اساطین تصوف کے افادات کو قلمبند کرانے کے مکتبہ حمادیہ کی بنیاد رکھ کر کتب تصنیف کروائیں۔ اس موضوع پر اپنے جد امجد حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رح کی تصنیفات کو از سرِ نو طبع کروایا اور ان کی انتہائی سہل شروح پیش فرمائیں۔ آپ زندگی بھر خلقِ خدا کو دینِ مبین سے آشنا کرنے اور تصوف کے مشہور سلسلہ قادریہ کے نظام تربیت سے لوگوں کی اصلاح و تربیت کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

زندگی کے شب و روز اشاعتِ اسلام، اتفاق، اتحادِ امت، نفاذِ اسلام اور احیائے دین کے لیے صرف کیے۔ اسی فرض کی تکمیل کے لیے ملک بھر کی سیاحت کی۔ تصوف سے وابستہ افراد کی عملی تربیت کے لیے شریعت و طریقت کے رہنما اصولوں کی روشنی میں درسِ قرآن اور محافلِ ذکر کا انعقد کیا۔ یہ درس قرآن و حدیث، سیرتِ طیبہ، فقہ اور عربی زبان و ادب کی تعلیمات کا مرکب ہوتا ہے۔ ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشیات، عدالت اور معاشرت اس درسِ قرآن کے اہم موضوعات ہیں۔ خواتین کی تربیت اور فعال معاشرتی کردار کے لیے مدارس للبنات کی بنیاد رکھی۔

آپ مفسرِ قرآن اور مترجم قرآن بھی تھے۔ آپ نے قرآنِ کریم کا انتہائی سہل ترجمہ پیش کیا، جو کہ سندھی زبان میں ہے اور سندھی دینی ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔ قرآنی علوم کی روشنی میں فقہ و تصوف کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے مدارس کا جال بچھایا، جن میں دینی اور دنیاوی علوم کے امتزاج سے مزین نصاب وفاق المدارس کے تحت جاری و ساری ہ، ان مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ و طالبات مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ شعبۂ طب میں بھی کام کیا۔ آپ ایک نباض حکیم اور نبض شناس بھی تھے۔ آپ کا بیان و تقریر میں سادہ مگر باکمال انداز رکھتے تھے۔ آپ کی محافل میں عام آدمی، علمائے کرام، ہر عمر اور ہر شعبے کے لوگ مستفید ہوتے تھے۔ مختلف موضوعات کے تحت دینِ مبین کا پیغام پہنچایا۔ آپ کے فرمودات ملفوظات ہالیجوی کی شکل میں طبع ہوئے۔ جن موضوعات پر آپ نے زندگی بھر تقریر و تحریر کے ذریعے اصلاحِ معاشرہ کے لئے پیغام اسلام پہنچایا، ان میں ذکرِ الہی، عظمت و معرفتِ باری تعالیٰ، حصول رضائے باری، عشقِ رسالت ﷺ ، اطاعتِ رسول ﷺ ، اتباعِ نبی ﷺ ،ماہانہ رسالہ فکر الحماد سر فہرست ہیں۔دینِ مبین کی تعریف سے آپ کی فکر کی عکاسی ہوتی ہے۔ آپ کے نزدیک اسلام ایک ایسی قربانی کا نام ہے جس میں سب سے پہلے اپنی پسند و ناپسند کو قربان کرنا پڑتا ہے اور اس کا حاصل ایک خوبصورت اور مزیدار زندگی کی شکل میں نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> "اسلام نام ہے بے انتہا مزے سے زندگی بسر کرنے کا، ایک ایسی زندگی، ایک ایسا طرزِ حیات جس کے اپنانے میں نہ یہاں کھٹکا ہو اور نہ وہاں کھٹکا ہو"[24]

ایک اور مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

---

[23] ۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، **الصحیح للبخاری**، الطاف اینڈ سنز، کراچی، 2019، ج1، رقم الحدیث 72

[24] ۔ **تحفۃ السالکین**، ایضا، ح اول، ص27

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

"اسلام ایک بہت بڑی قربانی کا نام ہے اور اللہ کی ذات و صفات پر ایمان لانے کے بعد انسان کی پسند و ناپسند ختم ہو جاتی ہے اور یہ بھی اپنی پسند سے مقرر نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ایمان بالرسالت سے مراد ہی یہی ہے کہ تمام امور میں رہنمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی جائے گی"[25]

طریق نسبت:

طریقت کے حلقوں میں نسبت کا لفظ بہت ہی مروج ہے۔ جس طرح دنیا کی وراثت نسب سے ملتی ہے، اسی طرح اللہ کے قرب کی منزلت نسبت سے ملتی ہے۔ دنیا میں اللہ والوں سے اسلامی تعلق قائم کرنے کو نسبت کہتے ہیں۔ علامہ ڈاکٹر جسٹس خالد محمود نے بیدم شاہ وارثی کا ایک شعر نقل کیا ہے، جس میں نسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مجھے خاک میں ملا کر میری خاک کیوں اڑادی۔۔۔ اسے نسبت ہو گئی تھی ترے سنگِ آستاں سے[26]

نسبت کے بارے میں تعلیماتِ ہالیجوی کے متعلق مولانا اعجاز احمد لکھتے ہیں:

"جو لوگ اپنے دینی اعمال میں فروعات پر عمل کرنے کے لئے کسی کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لیتے ہیں، اس نیت سے کہ یہ ہستی شریعت کے مطابق عمل کرواتی ہے، اسے تقلید کہتے ہیں، اسی طرح نفسِ انسانی کے شر سے بچنے کے لئے کسی صوفی سے نسبت کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال دیتا ہے، تاکہ بے راہ روی سے، آوارگی سے اچھی طرح بچا جائے، اسی کو نسبت کہا جاتا ہے۔"[27]

مولانا عبدالصمد ہالیجوی طریق نسبت قادریہ پر بحث کرتے ہوئے اسلام اور تصوف کے تعلق کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"انسانی زندگی میں بہت سے نشیب و فراز آتے ہیں اور زندگی کوئی پسندیدہ چیزوں کے جمع ہونے کا نام نہیں ہے، کیونکہ ہماری پسند کچھ اور ہوتی ہے، اس کے فیصلے کچھ اور ہوتے ہیں۔ ہماری پسند کمزور ذہن کی عکاسی ہوتی ہے، اس کے فیصلے کائناتِ بسیط کو دیکھ کر ہوتے ہیں۔ ہماری نظر میں ہم ہوتے ہیں، اس کی نظر میں اس کی ساری کائنات ہوتی ہے۔ وہ رب العالمین ہے، ہم اپنی ذات کے بارے میں فکر کرتے ہیں، وہ اپنی ساری خلق کے بارے میں سوچتا ہے۔ تو زندگی میں پسند کے فیصلے نہیں آتے، پسند کو اس کے فیصلوں کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے اور یہی تصوف ہے۔ انسان اگر اپنی پسند کو نافذ کرنے کی فکر میں پڑ جائے تو ساری زندگی دکھی رہتا ہے۔ اپنی پسند کو اس کے فیصلوں کے مطابق ڈھالنا ہی اسلام ہے"[28]

آپ کے نظریات کے عمیق مطالعہ سے اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ آپ اصلاحِ معاشرہ کے لیے دردِ دل رکھنے والی شخصیت تھے۔ آپ کے ہم عصر مشائخِ عظام اور علماءِ کرام نے جہاں آپ کی فکر کو ایک عملی فکر قرار دیا ہے، آپ کی شخصیت پر انتہائی مثبت انداز میں اپنے اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔

مولانا عبدالصمد ہالیجوی کی پوری زندگی آپ کی فکر کی عکاس ہے۔ مفتی عبدالوہاب چاچڑ آپ رح کے افادات کے مقاصد درج ذیل الفاظ میں پیش کرتے ہیں، کہ مولانا عبدالصمد ہالیجوی فرماتے تھے:

"اگر میری یہ گزارشات کوئی بیداری پیدا نہ کر سکیں، کسی آنکھ کو نم نہ کریں، کسی دل میں تڑپ نہ اٹھے، تو پھر شعروں کی تعریف بھی ہوگی تو مجھے کوئی خوشی نہ ہوگی۔ اللہ کرے یہ الفاظ اگرچہ اس قابل تو نہیں، مگر دلوں کو عظمتِ الٰہی، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ

---

[25] ۔ ایضا، ص28

[26] ۔ **آثار الاحسان**، ایضا، ص497

[27] ۔ **تجلیات شیخ ہالیجوی**، مترجم: مولانا اعجاز احمد، مکتبہ حمادیہ، کراچی، 2006، ص34

[28] ۔ ہالیجوی، مولانا عبدالصمد، **حکمتِ اسلام**، مکتبہ حمادیہ، ہالیجی شریف، 2014، ص69

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

وسلم اور حقانیتِ اسلام کی طرف متوجہ کر سکیں۔ اللہ قادر ہے، اگر وہ چاہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور اس کی بارگاہ سے امیدِ کرم ہے"[29]

مولانا عبد الصمد ہالیجوی رحمت اللہ علیہ نے سالکینِ تصوف کی رہنمائی کے لیے اپنے جد امجد حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رح کے ملفوظات کو تحفۃ السالکین کے نام سے مرتب فرمایا اور خطباتِ توحید کے نام سے بھی ایک کتاب شایع فرمائی۔

خطباتِ توحید میں آپ نے سلوک وتزکیہ وتصوف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسلام میں تصوف کیا ہے؟ یہ سمجھنا ضروری ہے۔ تصوف میرے نزدیک لفظ "تزکیہ" کا مترادف ہے، جس سے مراد دل کی صفائی ہے"[30]

4. انحطاطِ تصوف کے اسباب اور اس کا فکری و عملی حل

علامہ ابو نصر سراج نے تصوف کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَهُوَ تَصْفِيَةُ الْقُلُوبِ مِنَ الْأَكْدَارِ وَاسْتِعْمَالُ الْخُلُقِ مَعَ الْخَلِيقَةِ وَاتِّبَاعُ الرَّسُولِ فِي الشَّرِيعَةِ[31]

"دل کی صفائی، اخلاقِ حسنہ اور شریعت رسول کی اتباع کا نام تصوف ہے"

سالکینِ تصوف کے لئے مولانا عبد الصمد ہالیجوی نے اپنے مرشد و جد امجد مولانا حماد اللہ ہالیجوی کے افکار و ملفوظات کو بڑی جانفشانی سے مرتب کیا اور اس پر قیمتی حواشی لگائے، اس کے مقدمہ میں آپ رح لکھتے ہیں:

"اسلام میں تصوف کیا ہے؟ اس کو سمجھنا ضروری ہے۔ میرے نزدیک تصوف لفظ تزکیہ کا ترجمہ ہے، کیوں کہ تزکیہ اور احسان کو ہمیشہ ہر مذہب اور ہر مذہبی پیغام میں ایک بنیادی ضرورت سمجھا گیا اور روحانی پاکیزگی کو مذہبی زندگی کا ایک اہم بلکہ سب سے اہم مقصد قرار دیا گیا۔ مذہب اور روحانی پیغام کا اصل مقصد انسان کے نفس، دل اور روح کا تزکیہ ہے۔ عبادات بھی اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہیں"[32]

معلم کامل حضور خاتم الانبیاء والمعصومین ﷺ کے مقصدِ بعثت میں جس طرح تزکیہ داخل ہے، اسی تعلیمِ کتاب و حکمت بھی داخل ہے۔ صحابہ کرام نے تعلیمِ کتاب وحکمت لسانِ نبوت سے حاصل فرمائی۔ مولانا محمود الحسن لکھتے ہیں:

"یعلمھم الکتاب والحکمۃ میں تعلیمِ کتابت سے مراد معانی و مطالبِ ضروریہ ہیں، جو عبارت سے واضح ہوتے ہیں اور حکمت سے مراد اسرارِ مخفیہ اور رموزِ لطیفہ ہیں"[33]

علم کے ذرائع صرف دو ہیں، ایک وحی الٰہی اور دوسری انسانی عقل۔ مشاہدے اور تجربے سے مزید علمی نتائج نکالنے والی جو قوت ہے وہ انسانی عقل ہی ہے۔ ہر انسان فطرتاً سلیم الطبع ہے، نیکوکار ہے، دین پسند ہے اور دینی رجحانات کا علمبردار ہے۔ دینی اقدار عقائد، تعلیم، فطری طور پر انسانوں کی ضرورت ہے۔ مفکرین اسلام انسان کو حیوان اجتماعی،

---

29 ۔ چاچڑ، مفتی عبد الوہاب، **ماہنامہ شریعت**، روہڑی (اشاعت خصوصی) ماہ نومبر 2023، ص 13

30 ۔ انڈھڑ، مولانا صبغت اللہ، ڈاکٹر، **مولانا حماد اللہ ہالیجوی کی دینی علمی، روحانی خدمات (پی ایچ ڈی مقالہ)** مطبوعہ سندھیکا اکیڈمی، کراچی، 2020، ص 33

31 ۔ ابو نصر، سراج، **کتاب اللمع والمکانۃ من التصوف الاسلام**، دار الکتب الحدیثیہ، مصر 1960، ص 48

32 ۔ **تحفۃ السالکین**، مقدمہ، ایضا، ص 18

33 ۔ دیوبندی، مولانا محمود الحسن، **فوائد القرآن**، مکتبہ شیخ الہند، انڈیا، س ن، تحت سورۃ البقرہ، ص 25

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

حیوان مدنی، حیوان سیاسی اور حیوان مفکر قرار دیتے آئے ہیں۔ ارسطو[34] اور افلاطون کے زمانے سے انسان کو حیوان اجتماعی کہا جارہا ہے[35]۔ انسان کے لئے عمل کرنا ضروری ہے۔ اعمال ایمان کی تکمیل کے لئے لازمی ہیں، مگر بہت سارے ایسے مسلمان بھی ہیں، جو عمل میں انتہائی کمزور ہیں، اسی کمزوری کی وجہ سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے۔ قرآن کریم نے پہلے سے ہی خبر دے رکھی تھی کہ ان کی اعمالِ بد کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔ فرمایا گیا:

كَلَّاۖ بَلْۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ[36]

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ زنگ اپنی پیدائش کے ساتھ لے کر نہیں آئے تھے، بلکہ ان کے ارادی اور اختیاری اعمال نے ہی ان کے دلوں کو تاریک کر دیا۔ صوفیہ کرام کے ہاں ظلمتِ قلب کی اصلاح اسی سے ماخوذ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دین کا محافظ ہے اور دین کی یہ حفاظت بدوں اس کے نہیں ہوسکتی کہ یہاں دین کی صحیح راہ جاننے والے بھی قیامت تک موجود رہیں اور راہِ طریقت کے شناور بھی تا آخر موجود پائے جائیں گے، گو وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ بفحوائے حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء[37] اس حدیث مبارکہ میں یہ پیشن گوئی موجود ہے کہ صحیح علم رکھنے والے علماء قیامت تک رہیں گے، جو جامع شریعت وطریقت ہوں گے۔ قرآن کریم میں صرف ان لوگوں کو عالم نہیں کہا گیا، جو علومِ رسمیہ آلیہ کو جاننے والے اور تفسیر وحدیث کی نقل اور ان کے مطالب ومفاہیم کو پہنچانے والے ہوں، بلکہ علم کی نسبت ان لوگوں کی طرف کی گئی ہے، جن کے دل اللہ کے خوف سے معمور ہوں اور ان کے دلوں کا زنگ اتر چکا ہو۔ فرمان باری تعالیٰ: إِنَّمَا يَخْشَى ٱللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ ٱلْعُلَمَٰٓؤُا۟[38] وارث وہی ہوتا ہے جو مورث کے سب طرح کے اموال میں شریک ہو، اسے شریعت کہیئے یا طریقت کہیئے یا اسے اسلام واحسان کا نام دیجئے، یہ انبیاء کی میراث ہے، سو جو علماء ان دونوں میں طالب اور عامل ہوں، وہی اس لائق ہیں کہ انہیں ورثۃ الانبیاء کہا جائے۔

جس طرح جسمانی بیماریاں ہوتی ہیں، ان کا علاج بھی اطباء کرتے ہیں، اسی طرح روحانی وباطنی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ روح کی بیماریاں انسان کو سعادت اخروی سے روکتی ہیں، انسان اسے اندر ہی اندر محسوس کرتا ہے مگر ان پر قابو نہیں پاسکتا اور نہ ہی صرف ارادے سے انہیں دور کیا جاسکتا ہے، ان کو دور کرنے کے لئے کسی ایسے آدمی کی طرف رجوع کیا جائے، جو اس راہ سے واقف ہو، اور ان باطنی بیماریوں کا اسے علاج معلوم ہو۔ امام غزالی نے ان باطنی بیماریوں کو مہلکات کا نام دیا ہے[39]۔ جو اشخاص ان مہلکات پر قابو پانے کی استعداد رکھتے تھے اور دوسروں کی اصلاح کرتے تھے اور دوسروں کی اصلاح کے لئے خود صالح ہونا کافی نہیں ہوتا، مصلح ہونا درکار ہے۔ مولانا عبدالصمد ہالیجوی لکھتے ہیں:

"دوسروں کی اصلاح کے لئے ایک خاص ملکہ ہونا چاہئے، اس کے لئے خاصا تجربہ مطلوب ہے اور اپنے مربی ومرشد سے اس کی تصدیق لازم ہے"[40]

مولانا اشرف علی تھانوی رح لکھتے ہیں:

"بدوں کسی کامل کی صحبت سے کوئی کامل نہیں بن سکتا"[41]

---

[34] ۔ Politics,Book1,Chapter2,1253a2-3(refrence by chatGP)

[35] ۔ "A city comes into being because each of us is not self-sufficient but needs many others" The Republic,Book2,369b

[36] ۔ المطففین:14

[37] ۔ السجستانی، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داود**، رقم الحدیث 3641

[38] ۔ الفاطر:28

[39] ۔ غزالی، ابوحامد، **کیمیائے سعادت**، میر محمد کتب خانہ، کراچی، 1978، ص 243

[40] ۔ انڈھڑ، عبدالمہیمن، **میر امربی میر امرشد**، مکتبہ حمادیہ، ہالیجی شریف، پنو عاقل، 2022، ص 127

[41] ۔ **شریعت وتصوف**، ایضا، ص 32

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اسلام کی بنیادوں میں روحِ تصوف شامل نظر آتی ہے، جو کہ کاملین کی صحبت سے ہی ملتی ہے۔ قرونِ اولیٰ سے لے کر عصرِ حاضر تک حاملینِ تصوف نے اصلاحِ معاشرہ اور تزکیہ نفس کے لئے جس طرح دین کے دوسرے شعبوں کے لئے بھرپور خدمات سرانجام دی ہیں، اسی طرح انسانیت کے تزکیہ نفس کے لئے شعبہ تصوف میں بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔دینِ اسلام کے تما شعبہ جات مخالفین و ناقلین کی ریشہ دوانیوں کا شکار رہے ہیں، اسی طرح شعبہ تصوف بھی اپنے انحطاط کی بلندیوں کو چھو چکا ہے۔ اس مضمون میں اس انحطاط کا سبب بننے والے اہم عناصر اور ان کے حل کے لئے مولانا عبدالصمد ہالیجوی رح کے افکار پیش کئے گئے ہیں۔

4.1 انحطاطِ تصوف کا بنیادی سبب: جہالت

اسلامی تعلیمات کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دینِ اسلام دراصل جہالت کے خلاف ہے۔ کفر و ظلم کی بنیادی وجہ ہی جہالت ہے، اسی لیے قرآن و سنت کی تعلیمات میں جہالت کی پرزور مذمت کے ساتھ حصولِ علم کو سرِفہرست رکھا گیا ہے اور ہر صاحبِ ایمان کے لیے علم حاصل کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ تاریخِ عالم اس بات کی گواہ ہے کہ جہالت نے انسان کو ہمیشہ گناہ و ظلم کی تاریکیوں میں الجھائے رکھا، اور اقوامِ عالم بے سکونی اور فساد کی لپیٹ میں رہی ہیں۔

عصرِ حاضر میں شعبۂ تصوف کے انحطاط کی بنیادی وجہ بھی علم سے دوری ہے۔ جہالت نے شعبۂ تصوف کو جس طرح متاثر کیا ہے اس کی گواہی معاشرتی زندگی بھی دیتی ہے، اور پھر سوشل میڈیا نے اس کی حالتِ زار کو مزید واضح کر دیا ہے۔ ایمان و اسلام اور شریعتِ مطہرہ کے تقاضے کیا ہیں، موجودہ دور کے تصوف کے نام نہاد ٹھیکے دار ان سے بالکل ناواقف ہیں۔ عقائد و عبادات، ضروریاتِ دین، تصوف اور اس کی مبادیات کیا ہیں اور اس شعبے کے تقاضے کیا ہیں؟ یہ ایسے لوگ کب جانیں گے جن کا مطمعِ نظر صرف دنیا ہو؟

مروجہ تعلیمی نصاب میں دینی علوم اور عملی تربیت کے فقدان کی وجہ سے معاشرتی زندگی کی اعلیٰ اقدار زوال کا شکار ہو گئی ہیں۔ تعلیم یافتہ طبقہ دینی زندگی سے دور ہوتا جا رہا ہے، جبکہ دینی علوم کے حامل بعض حضرات کی زندگیاں بھی تزکیۂ نفس سے عاری ہیں، اور وہ شعبۂ تصوف کا انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ مادیت پرستی کے عفریت نے معاشرتی زندگی کو قابو میں لے رکھا ہے۔ حضرت مولانا عبدالصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے تقریباً ساٹھ سال شعبۂ تصوف میں گزرے۔ آپ نے جہاں معاشرتی مسائل کی نشاندہی کے ساتھ ان کا حل پیش کیا، وہاں شعبۂ تصوف کے انحطاط اور اس کے فکری و عملی حل کی بھی وضاحت فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ جہالت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "قرآنِ کریم کی نظر میں وہ بندہ جو عظمتِ الٰہی کے مظاہر دیکھ کر بھی اللہ کو نہ پہچانے، اور وہ بندہ جو اللہ کے کلام کو دیکھ کر اللہ کے کلام کو نہ پہچانے، اور وہ بندہ جو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ پہچانے، اللہ کے نزدیک جاہل ہے۔ اس سے بڑی جہالت کیا ہوگی کہ کسی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان بھی نہ ہو، کسی کو عظمتِ الٰہی کی بھی معرفت نہ ہو"[42]

گویا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عظمتِ الٰہی اور عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے واقفیت ہی حقیقی علم ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں:

> شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[43]

---

[42] ۔ **خطباتِ توحید**، ایضاً، ص143

[43] ۔ آلِ عمران:18

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

"اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور فرشتے اور اہلِ علم جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے"[44]

اس آیتِ مبارکہ کے تحت مولانا عبدالصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ ایمان، اسلام اور علم کے تعلق پر خوبصورت بحث کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

" اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اس کی ذات، اس کی صفات اور تمام مظاہر و مصنوعات اس کی توحید پر گواہ ہیں، اور فرشتے جو اس کے مقرب ہیں، اپنے اذکار، تسبیح اور اطاعت میں اس کی توحید کے شاہد ہیں"[45]۔

اس سلسلے میں ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

اسلام کیا ہے؟ ہر دور کے اہلِ علم نے بھی یہی شہادت دی کہ وہ لا شریک ہے۔ اہلِ علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے سیکھ کر یا کائناتِ عالم میں غور کر کے توحیدِ باری تعالیٰ کو پا سکیں، خواہ وہ ضابطہ کے عالم ہوں یا نہ ہوں۔ ورنہ ایسے لوگ جو اللہ ہی کو نہ پہچان سکیں، کتنے ہی علوم سیکھ لیں،عند اللہ جاہل ہی ہیں، کیونکہ سب سے بڑی حقیقت تو اسی کی ذات ہے، اس سے جاہل رہنے والا کب عالم ہو سکتا ہے؟"[46]

معرفتِ الٰہی پر آپ خوبصورت انداز میں بحث کرتے ہیں کہ:

" اس کی ذات ایسی ہے کہ جس کسی نے اس کی معرفت کا ایک شمہ بھی پا لیا، وہ اسی کا ہو گیا۔ سبحان اللہ !اے عزیز !جس نے اس کے اس عموم معیت کو جانا، اس نے بے پایاں عنایات کا علم حاصل کیا۔ لامحالہ اس کا قلب دربار باری تعالیٰ میں جھک جاتا ہے، اس کا وجود اطاعت شعار بن جاتا ہے، تقویٰ، ذکر اور فکر اس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتے ہیں، کیونکہ اس کی ذات ہی ایسی ہے"[47]

معرفتِ الٰہی اور عظمتِ رسالت سے ناآشنائی دراصل جہالت ہے، اور اسی جہالت کا پھل کفر و ظلم ہے۔

4.2 علم کی حقیقت اور فکری و عملی علاج

مولانا نے اپنی تقریر و تصانیف میں علم پر خوبصورت ابحاث پیش فرمائی ہیں علم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علم سن کر حاصل کیا جائے، پڑھ کر حاصل کیا جائے، تجربے سے حاصل کیا جائے یا اللہ کسی کے سینے میں ڈال دے۔ جن لوگوں کی نگاہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ انور پر پڑی اور دل میں ایمان تھا تو ان کے قلوب میں بغیر کسی مدرسے میں گئے اور بغیر کوئی کتاب دیکھے علم کے سمندر جمع ہو گئے۔ انہیں عظمتِ الٰہی کی وہ شناخت ہوئی جو کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتی۔ صداقتِ پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم پر انہیں وہ یقین ہوا جس کا معیار ان کے بعد کوئی دوسرا نہیں ہے۔ احقاق حق اور باطل کی پہچان انہیں ایسی ہوئی کہ ان کا ثانی دنیا میں کوئی نہیں ملتا۔ علم اسے کہتے ہیں خواہ وہ ایک جملہ ہو۔ علم وہ ہے جو بندے کا مزاج بدل دے، اس کی سوچ بدل دے، اس کا دل بدل دے، اس کے خیالات بدل دے اور سب کچھ تبدیل کر دے جو بھلائی کی طرف بدل دے وہ علم ہے۔

---

[44] ۔ہالیجوی، عبد الصمد، مولانا، **ترجمہ قرآن**، مکتبہ حمادیہ، ہالیجی، پنو عاقل، 2023، تحت ھٰذہ الآیت

[45] ۔ہالیجوی، عبد الصمد، مولانا، **مسائلِ توحید**، مکتبہ حمادیہ، ہالیجی شریف، 2019، ص29

[46] ۔ **تحفۃ السالکین**، ایضا، ص28

[47] ۔ہالیجوی، **حافظ محمود اسعد**، مرتبہ: مولانا عبد الصمد ہالیجوی، مکتبہ حمادیہ، ہالیجی شریف، پنو عاقل، 2018، ص43

اور اگر کوئی بے شمار کتابیں پڑھے اور دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کر لے لیکن وہ اچھا آدمی نہیں بن سکا تو وہ جاہل ہے۔[48]

مولانا رحمت اللہ علیہ کے نزدیک علم معرفتِ حق کا نام ہے اور عدم معرفت جہالت اور بے عقلی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

"حقیقی عقل مند وہی ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مقابلے میں اپنی عقل کو لاشے جانا اور عقل مندی اتباع میں سمجھی کہ اختلاف حقیقتاً بے عقلی ہے۔ ان سے اختلاف رکھنے والے خواہ عقائد میں ہوں یا اعمال میں بے عقل ہیں اور بے علم بھی ہیں کہ علم نام ہے حق کو جاننے کا۔ اس سے وہ علوم جو حق سے آگاہ نہ کر سکیں حقیقتاً بے عقلی ہے۔علمے کے راہ حق نماید جہالت است"۔[49]

مولانا رحمت اللہ علیہ علم کی اقسام اور ان علوم کے منبع و خزانہ کے بارے میں بھی فکر انگیز تبصرہ کرتے ہیں:

علم کی اقسام دو ہیں :مادی اور روحانی علوم۔ مادی یا مادی کمالات کو سیکھنا، محفوظ رکھنا اور ان کو عمل میں لانا دماغ کا کام ہے۔ جسم مادی ہے، اس کی ضروریات مادی ہیں۔ دماغ بھی ایک مادی جسم ہے جس کا کام جسم کی ضروریات کو جاننا اور ان کی تکمیل کی راہیں تلاش کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مادی کمالات کے لیے ایمان ضروری نہیں، کافر بھی ڈاکٹر، سائنسدان، انجینئر وغیرہ بن سکتا ہے۔

دوسرا علم روحانی ہے۔ روح کا تعلق عالمِ امر سے ہے، وہاں کے علوم جاننا دماغ کے بس کی بات نہیں بلکہ دل کا کام ہے، وہ دل جو اس گوشت کے لوتھڑے میں اللہ نے رکھ دیا ہے جو حقیقتاً عالمِ امر ہی کا ایک لطیفہ ہے۔ اللہ کی ذاتی عظمت کا شعور، اس کے صفات کا ادراک، آسمان سے بالا کی باتیں، ارواح، برزخ، آخرت،موت کے بعد، حشر و نشر، ثواب و عذاب، جنت و دوزخ یہ سب وہ حقائق ہیں جن کو روحانی علم کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر دماغ میں صلاحیت ہوتی تو ساری کائنات میں سب سے افضل دماغ بھی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ کو خطاب فرمایا جاتا یا ان علوم کی تعلیم دی جاتی مگر نہیں ۔[50]

مولانا کا تعلق چونکہ تصوف کے مشہور سلسلہ قادریہ سے ہے، مشائخ قادریہ کے ہاں تصوف کے سلوک طے کرنے کے لئے علم جزولاینفک ہے،اس لئے علم کی حیثیت و اہمیت اور تصوف و علم کے تعلق کو مختصر مگر جامع انداز میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صوفیا اپنا خلیفہ یا نائب اس کو بناتے ہیں جس پر انہیں اعتماد ہو کہ اس فن میں اس کے پاس صرف عمل نہیں علم بھی ہے، مجاہدہ اور عمل تو ضروری بات ہے لیکن مجاہدات تو سارے لوگ کرتے ہیں، اپنی طرح سے تو سارے لوگ کوشش کرتے ہیں لیکن اسے جاننا، اس کی باریکیوں کو سمجھنا فضیلت کا سبب ہے اور خلافت کے لیے صرف عمل ہی نہیں علم بھی ضروری ہے اور یہ علم کتابوں سے نہیں ملتا، حضرت آدم علیہ السلام نے کون سی کتاب پڑھی تھی، صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم مجمعین میں سے کتنے لوگ تھے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے لیکن جس مسئلے پر صحابہ اکرام کی رائے آ جائے تو سارے لکھنے پڑھنے والے خاموش ہو جاتے ہیں، اس لیے انہوں

---

48 اویس احمد، مولانا، **مولانا عبدالصمد ہالیجوی کی اصلاحِ معاشرہ (تصوف) میں خدمات**، ایم فل مقالہ، 2026، ص45

49 ایضا، ص50

50 ایضا، ص51

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر جواب دیا جو جاننا ہے وہ محض لکھنے پڑھنے کا نام نہیں ہے، وہ جانتے تھے اللہ چاہے تو کسی کو اپنی طرف سے علم کا خزانہ عطا کر دے۔[51]

علم و عمل کا تعلق بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں یہود کی مثال دے کر سمجھاتے ہیں:

علم کی صفت یہ ہے کہ انسان کا کردار علم کی روشنی میں ڈھل جائے اور اگر عمل کو متاثر نہ کرے تو وہ علم نہ ہوگا، محض خبر کہہ سکتے ہیں، چنانچہ بڑی بڑی کتابیں پڑھنے کے باوجود ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گدھے پر بڑی بڑی کتابیں لا دی گئی ہوں کہ علوم تورات کا انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور باوجود تورات میں سے جاننے کے اللہ کی کتاب کا انکار کر دیا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے، اب اس سے زیادہ اور کیا برائی کر سکتے تھے اور اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔[52]

قرآن مجید نے قلبِ انسانی کو بہت اہمیت دی ہے اور نزولِ قرآن کے لیے بھی آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قلب کا انتخاب فرمایا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم کی بنیاد ہی قلب ہے۔ مولانا رحمت اللہ علیہ نے قلب پر محققانہ بحث فرمائی ہےآپ کے نزدیک حصولِ علم کے لیے اصلاحِ قلب بنیاد ہے اور اصلاحِ قلب کے لیے ضروری ہے کہ اسے خرافات اور فضولیات سے بچایا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ربِ جلیل نے یہ نعمت صرف اپنی معرفت کے لیے عطا فرمائی ہے۔

فواد اور دل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسانی دل یا فواد دل کا وہ اندرونی حصہ یا کیفیت جس میں خواہش پیدا ہوتی ہے، وہ تو انسان کو اس لیے عطا ہوا تھا کہ اس میں اللہ کی طلب پیدا ہو، اس سے محبت پیدا ہو اور اس کے عشق کا شعلہ بھڑکے، مگر انسان نے خرافات اور فضول باتیں سن کر، ناراوا اور فضول مناظر دیکھ کر اسے برباد کر دیا"۔[53]

مولانا رحمت اللہ علیہ راہِ سلوک کو تصوف کو ربِ جلیل و کریم کی بہت بڑی نعمت قرار دیتے ہیں اور معترضین تصوف کو اعتراض کرنے کے بجائے تزکیۂ نفس کے حصول کے لیے اس شعبہ کو اپنانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ سارا تصوف، سارا سلوک صرف اور صرف دل کی گہرائیوں سے اتباعِ شریعت کی توفیق حاصل کرنے کے لیے ہے۔ یہ تماشا نہیں کہ آنکھ بند کی اور کچھ روشنیاں، کچھ رنگ نظر آ گئے۔ ہرگز نہیں، یہ شعبدہ بازی نہیں، زندگی کی بازی ہے اور سب کچھ ہار کر نصیب ہوتی ہے کہ جب بندے کو اپنی احتیاج کا صحیح ادراک ہو جائے اور عظمتِ الٰہی کو اپنی حیثیت کے مطابق سمجھنے لگے تو راہِ سلوک کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق ملتی ہے۔ یہ اللہ کریم کی بے پناہ نعمت ہے جو بارگاہِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقسیم ہوتی ہے۔ اس پر اعتراض کرنے اور سوالات کھڑے کرنے والے اگر اتنی محنت اس کو جاننے اور سمجھنے پر صرف کریں تو انہیں ان سب جوابات بھی مل جائیں اور رحمتِ باری بھی نصیب ہو جائے۔[54]

خلاصہ بحث

اس تحقیقی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ عصرِ حاضر میں تصوف کا انحطاط متعدد اسباب کا نتیجہ ہے، جن میں سب سے اہم جہالت اور معرفتِ الٰہی و رسالت سے دوری ہے۔ اس جہالت کے نتیجے میں تصوف میں غیر اسلامی رسوم و رواج، بدعات، غلو، کرامت پرستی اور فلسفیانہ نظریات کی آمیزش ہوئی، جس نے تصوف کے اصل اسلامی تصور کو مسخ

---

[51] ایضا، ص53

[52] ایضا، ص54

[53] ایضا، ص57

[54] ایضا، ص60

کر دیا۔ مولانا عبد الصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تصوف کا اصل مقصد تزکیۂ نفس، احسان اور قربِ الٰہی کا حصول ہے، جو قرآن و سنت کی پیروی اور شریعت کی پابندی کے بغیر ممکن نہیں۔

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تصوف کے انحطاط کا علاج علم کی حقیقت کو سمجھنے اور اسے عمل میں لانے میں ہے۔ مولانا ہالیجوی کے نزدیک حقیقی علم وہ ہے جو انسان کے کردار کو بدل دے اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معرفت عطا کرے۔ انہوں نے شریعت و طریقت کے توازن پر زور دیا اور اتباعِ رسول ﷺ کو تصوف کی بنیاد قرار دیا۔ اس مقالے سے یہ بھی واضح ہوا کہ تصوف کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ اسے بدعات اور غیر اسلامی اثرات سے پاک کر کے اسے اس کی اصل روح یعنی قرآن و سنت اور صحابہ کرام کے منہج سے ہم آہنگ کیا جائے۔ صوفیاء کو چاہیے کہ وہ اپنی تعلیمات کو شریعت کے تابع رکھیں اور عوام کو تصوف کی حقیقی تعلیمات سے آگاہ کریں تاکہ یہ روحانی و اخلاقی نظام اپنے اصل مقصد کو حاصل کر سکے۔